فکر اسلامی کی تشکیل جدید

۱ و ۲

ضرورت و اہمیت اور لائحہ عمل

"فکر اسلامی کی تشکیل جدید" کے موضوع پر ہم نے اہل علم اور اصحاب فکر و نظر کے مقالات کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کا دوسرا اور تیسرا مقالہ قارئین الولی کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ مقالات دسمبر ۱۹۷۶ء میں دہلی کے ایک سیمینار میں پڑھے گئے تھے جس کا اہتمام جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے "ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسٹڈیز" نے کیا تھا۔ اس کی صدارت مولانا قاری محمد طیب صاحب دیوبندی نے فرمائی تھی موجودہ دور میں فکر اسلامی کی تشکیل جدید کا مسئلہ تقریباً ایک صدی سے قدیم و جدید فکر کے حامل تمام علمائے عہد میں موضوع بحث بنا ہوا ہے اس دور میں سب سے پہلے سرسید نے اس ضرورت کو محسوس کیا تھا لیکن وہ اس کام کے لئے اپنی اہلیت کو ثابت نہیں کر سکے۔ نیز ان کے پیش نظر مقاصد بھی دوسرے علماء کے پیش نظر مقاصد سے مختلف تھے۔ وہ اسلامی فکر کو انسانی دماغ کی کاوشوں اور فیصلوں کے سانچوں میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ علامہ شبلی کا احساس صرف چند مضامین میں نمایاں ہوا اور صرف چند مسائل تک محدود رہا حالانکہ ان میں علمی و دماغی صلاحیتیں سرسید سے کہیں زیادہ تھیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے فکر میں احساس رچا بسا ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں صرف احساس اور دعوت ہے۔ ضروری اشارے ہیں مکمل نظام فکر نہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی کے ہاں

شدت کے ساتھ یہ احساس ملتا ہے ان کے مطالعہ اور تجربہ نے فکر اسلامی کی تشکیل جدید کی ضرورت اور اہمیت کو ذہنوں میں اور واضح اور پختہ کر دیا لیکن ابھی تک وقت کے تمام افکار و مسائل کی جامع نہ کوئی کوشش تھی اور نہ کوئی تحریر۔ یہ مسئلہ ابھی تک قدامت پسندی یا تقشف اور تجدد یا بے روک دماغوں کی کاوشوں کا تختہ مشق بنا ہوا تھا۔

اس موضوع پر یہ پہلا مذاکرہ ہے جس میں فکر اسلامی اور عہد نو کے تقاضوں پر ہر جہت سے اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس میں حصہ لینے والے جدید علوم و افکار کے آشنا بھی ہیں اور قدیم علوم و معارف کے ماہر بھی ہیں جنہیں عہد نو کے مسائل کی نزاکت کا پورا احساس ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے ان مسائل میں ملک و قوم اور ملت کی رہنمائی نہ کی تو ہر مسئلہ اپنا حل خود تلاش کر لے گا۔ وہ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی فکر و نظر کے تذبذب کا شکار ہوئے تو زمانہ اپنے سفر میں انہیں پیچھے چھوڑ دے گا۔ مذاکرے کے تمام ہی شرکاء قدیم و جدید مکاتب فکر کے منتخب اہل علم و نظر تھے۔ ان کے افکار میں گہرائی بھی ہے اور وقت کے اہم ترین مسائل کو محیط بھی ہیں۔

ذیل میں ہم مولانا سعید احمد پالن پوری استاد دارالعلوم دیوبند اور مولانا ابوالعرفان ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ کے مقالات پیش کر رہے ہیں جن کا موضوع فکر اسلامی کی تشکیل جدید کی ضرورت، اہمیت اور لائحہ عمل ہے۔ اس سلسلہ بحث کا ایک مقالہ انشاء اللہ العزیز الولی کی آئندہ اشاعت میں پیش کریں گے۔

(ڈاکٹر) ابوسلمان شاہجہاں پوری

(۱)

سعید احمد پالن پوری

فکر اسلامی کا سرچشمہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہیں۔ ان میں جو فکر بسیط انداز میں پیش کی گئی ہے، جب تک وہ غیر اسلامی اثرات سے محفوظ رہی، اس سلسلے میں کسی قسم کے کنج دکاو کی حاجت محسوس نہیں ہوئی۔ مگر جب اسلام کا حلقہ وسیع ہوا، اور عجم کی مختلف قومیں اس میں داخل ہوئیں تو رفتہ رفتہ اختلافات نے مختلف گروہوں کی صورت اختیار کر لی اور جبریہ، قدریہ، خوارج وغیرہ متعدد فرقے عالم وجود میں آگئے اور ہر جماعت نے اپنے لئے خاص خاص اصول و نظریات وضع کر لئے، اور فکر اسلامی کی تعبیر و تشریح میں مختلف نہج اپنائے جانے لگے جس سے خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر فکر اسلامی کی بر وقت نگہداشت نہ کی گئی تو اسلام کا نقشہ ہی ہٹ جائے گا اور عام مسلمانوں کے صحیح عقائد، لوگوں کے غلط خیالات سے متاثر ہو جائیں گے۔

علمائے امت نے ان حالات میں سب سے اہم ضروری فریضہ یہ خیال کیا کہ اسلامی تعلیمات کو اس کی اصل صورت میں محفوظ کر دیا جائے اور اسلامی فکر کی سرحدوں پر ہر قسم کے خطرات سے حفاظت کے لئے پہرے بٹھا دیئے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے اسلامی تعلیمات کے مختلف شعبے بنائے اور ہر شعبے کے لئے خاص خاص اصول و ضوابط مقرر کئے۔ مثلاً علوم قرآنی کو ایک فن بنا کر اس کے لئے تفسیر اور اصول تفسیر کے قوانین وضع کیے۔ احادیث نبویہ کو ایک جدا فن قرار دے کر اس کے لئے الگ اصول و ضوابط مقرر کئے، اعمال انسانی سے متعلق ایک مستقل فن علم فقہ مرتب کیا، عقائد و نظریات سے بحث کرنے کے لئے علم اصول و عقائد وضع کیا۔ اخلاقیات کو مستقل فن قرار دیا اور اس کے لئے علم تصوف مدوّن کیا اور اسرار و حکم اور شرعیات کی لمّیات سے بحث کرنے کے لئے فن اسرار شریعت ایجاد کیا۔

غرض عقائد، اعمال، اقوال بلکہ جملہ انسانی حرکات و سکنات کے متعلق، اسلامی تعلیمات میں جو جو ہدایات و احکام وارد ہوئے تھے، علمائے اُمّت نے ہر شعبے کے لئے ایک ایک فن اور ہر ایک فن کے لئے جدا جدا اصول و ضوابط مرتب فرما دیئے۔

اس تقسیم کے نتیجے میں اسلامی تعلیمات مختلف فنون میں منقسم ہوگئی۔ اس لئے اب اگر کسی ایک فن میں فکر اسلامی کے تمام مسائل کو تلاش کیا جائے تو یقیناً ناکامی کا سامنا ہوگا۔ مگر یہ بات کسی فن کے ناتمام اور ناقص ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی، بلکہ اس کو تلاش کرنے والے کی کوتاہ بینی تصور کریں گے کہ وہ اپنا مطلوبہ مسئلہ غیر محل میں تلاش کر رہا ہے۔ مثلاً علم کلام نام ہے الٰہیات اور مابعد الطبیعیات کے مسائل کا، یعنی اس میں خالق کی ذات اور صفات اور کائنات کے مبدأ و معاد سے بحث کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کا دوسرا متبادل نام علم التوحید والصفات بھی ہے۔ اب اگر کوئی شخص علم کلام میں حقوق انسانی کی بحث تلاش کرنے لگے تو اسے یقیناً وہاں ناکامی ہوگی کیونکہ یہ مسئلہ فن فقہ اور فن اسرار شریعت کا ہے، علم کلام کا نہیں ہے۔

قدیم علم کلام کا تعارف

قدیم علم کلام میں مقصدی حیثیت سے صرف کائنات کے مبدأ و معاد سے بحث کی جاتی ہے یعنی خالق تعالیٰ شانہٗ کی ذات و صفات اور معاد کے مسائل ہی زیر بحث آتے ہیں۔ الٰہیات کے سلسلے میں جو مسائل زیر بحث آتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

خدا تعالیٰ کا اثبات، مسئلہ توحید، صفات خداوندی کا بیان، صفات سلبیہ کا تذکرہ، صفات کا عین ذات نہ غیر ذات ہونا، صفت کلام کی مفصل بحث اور ضمناً قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا تذکرہ، رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ، خلق افعال عباد کا ذکر اور معاد کے سلسلے میں برزخ کے احوال، جنت و دوزخ، حشر و نشر، جزا و سزا اور علامات قیامت سے بحث کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں مبادیات اور ملحقات کے طور پر کچھ مسائل سے بحث کی جاتی ہے۔ مبادیات کے طور پر جو مسائل زیر بحث آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی علم کلام اور علم فقہ کی طرف تقسیم۔ علم کلام کے آغاز کی تاریخ، قدما اور متاخرین کے علم کلام کا فرق، حقائق اشیا کا اثبات اور متشککین کا رد، اسباب علم کا بیان اور عقل و الہام کی بحث اور حدوث عالم پر مفصل بحث۔

اور تتمہ کے طور پر جو مسائل زیر بحث آتے ہیں ان کی اجمالی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

رسالت کی بحث، معراج کا مسئلہ، ملائکہ کا بیان، معجزات اور کرامتوں کا اثبات، امامت کبریٰ کا مسئلہ،

صحابہ رضی اللہ عنہم میں فضیلت کی ترتیب، خلافت راشدہ کی ترتیب، عدالت صحابہ کا ذکر، مجتہد سے خطا ہو سکتی ہے، انسانوں اور فرشتوں میں تفاضل کی بحث، کوئی ولی کبھی نبی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، عشرہ مبشرہ کا بیان، روغنی گھڑے کی نبیذ جائز ہے، موزوں پر مسح کے جواز کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے، ایمانیات کی بحث، اہل کبائر کا حکم، ہر مسلمان کا جنازہ پڑھا جائے گا، خواہ وہ نیک ہو یا بد وغیرہ وغیرہ۔

فکر اسلامی کیا ہے؟

"فکر اسلامی" کو ہم "اسلامی مزاج" یا "اسلامی ذہنیت" سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، یعنی یہ لفظ علم کلام سے وسیع تر مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم اس کی تشریح اس طرح کر سکتے ہیں کہ مختلف الخیال اور مختلف المذاہب لوگوں کی باہمی گفتگو میں مذہب کی ضرورت، اس کی حقانیت اور ترجیح کے سلسلے میں جو تاریخی، اخلاقی، تمدنی اور علمی مسائل زیر بحث آتے ہیں، وہ سب انسانی فکر کا جز ہے اور ان کے متعلق اسلام نے جو تعلیمات پیش کی ہیں، انہی کا نام "فکر اسلامی" ہے۔

فکر اسلامی کی تشکیل کا مسئلہ

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں علم کلام کی تدوین اس لئے عمل میں آئی تھی کہ اس وقت کے معاشرہ میں مذہب کے سلسلے میں جو مسائل زیر بحث آتے رہتے تھے، جن کے بارے میں مختلف مکاتب فکر وجود میں آگئے تھے، اور جن کی طرف سے خطرہ لاحق ہو چلا تھا کہ ایک مسلمان گفتگو کے دوران ان کے غلط افکار سے متاثر ہو جا[ئے] گا جس کے لئے علم کلام مدون کیا گیا تھا تاکہ ہر مسلمان فکری سطح پر مسلح رہنے اور باہمی گفتگو میں دوسروں سے متاثر ہونے کی جگہ ان کو متاثر کر سکے یا کم از کم ان کے غلط افکار کا شکار نہ بن جائے۔

مگر اب یہ ہے کہ قدیم مسائل یا تو زیر بحث ہی نہیں آتے یا ان پر بحث نئے ڈھنگ سے کی جاتی ہے مثلاً حدوث عالم کا مسئلہ آج بھی ایک زندہ مسئلہ ہے مگر آج اس مسئلہ پر گفتگو قدیم انداز سے نہیں کی جاتی۔ علاوہ ازیں بہت سے ایسے مسائل اب زیر بحث آنے لگے ہیں جو پہلے فکری حیثیت سے زیر بحث نہیں آتے تھے۔ اس لئے ان جدید مسائل کا نئے علم کلام میں شمول ضروری